

خطبہ (۷۹)

(۷۹) وَمِنْ كَلَامِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اے لوگو! امیدوں کو کم کرنا، نعمتوں پر شکر ادا کرنا اور حرام چیزوں سے دامن بچانا ہی زہد و ورع ہے۔ اگر (دامن امید کو سینٹا) تمہارے لئے مشکل ہو جائے تو اتنا تو ہو کہ حرام تمہارے صبر و شکیب پر غالب نہ آجائے اور نعمتوں کے وقت شکر کو بھول نہ جاؤ۔ خداوند عالم نے روشن اور کھلی ہوئی دلیلوں سے اور حجت تمام کرنے والی واضح کتابوں کے ذریعے تمہارے لئے حیل و حجت کا موقع نہیں رہنے دیا۔

---☆☆---

خطبہ (۸۰)

(۸۰) وَمِنْ كَلَامِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ

(دنیا کی حقیقت)

فِي صِفَةِ الدُّنْيَا

میں اس در دنیا کی حالت کیا بیان کروں کہ جس کی ابتداء رنج اور انتہا فنا ہو، جس کے حلال میں حساب اور حرام میں سزا و عقاب ہو۔ یہاں کوئی غنی ہو تو فتنوں سے واسطہ اور فقیر ہو تو حزن و ملال سے سابقہ رہے۔ جو دنیا کیلئے سعی و کوشش میں لگا رہتا ہے اس کی دُنیوی آرزوئیں بڑھتی ہی جاتی ہیں اور جو کوششوں سے ہاتھ اٹھا لیتا ہے دنیا خود ہی اس سے سازگار ہو جاتی ہے۔ جو شخص دنیا کو عبرتوں کا آئینہ سمجھ کر دیکھتا ہے تو وہ اس کی آنکھوں کو روشن و بینا کر دیتی ہے اور جو صرف دنیا ہی پر نظر رکھتا ہے تو وہ اسے گورنا بینا بنا دیتی ہے۔^ط

علامہ رضیؒ کہتے ہیں کہ: اگر کوئی غور و فکر کرنے والا حضرت کے اس ارشاد: «وَمَنْ أَبْصَرَ بِهَا بَصَرْتَهُ» (جو اس دنیا کو عبرت حاصل کرنے کیلئے دیکھے تو وہ اسے بصیر و بینا بنا دیتی ہے) کو دقت و غور کی نگاہوں سے دیکھے تو وہ اس میں عجیب و غریب معنی اور گہرے مطالب پائے گا کہ نہ اس کی انتہا تک پہنچ اور نہ اس کے گہراؤ تک رسائی ہو سکتی ہے، خصوصاً اس

أَيُّهَا النَّاسُ! الرَّهَادَةُ قِصْرُ الْأَمَلِ، وَ الشُّكْرُ عِنْدَ النِّعَمِ، وَ الْوَرَعُ عِنْدَ الْحَرَامِ، فَإِنْ عَزَبَ ذَلِكَ عَنْكُمْ فَلَا يَغْلِبُ الْحَرَامُ صَبْرَكُمْ، وَ لَا تَنْسُوا عِنْدَ النِّعَمِ شُكْرَكُمْ، فَقَدْ أَعَدَّ اللَّهُ إِلَيْكُمْ بِحُجَجٍ مُسْفِرَةٍ ظَاهِرَةٍ، وَ كُتِبَ بَارِزَةً الْعُدْرَ وَاضِحَةً.

-----☆☆-----

مَا أَصَفُ مِنْ دَارٍ أَوْلُهَا عَنَاءٌ! وَ أَخْرَهَا فَنَاءٌ! فِي حَلَالِهَا حِسَابٌ، وَ فِي حَرَامِهَا عِقَابٌ. مَنْ اسْتَعْنَى فِيهَا فُتِنَ، وَ مَنْ افْتَقَرَ فِيهَا حَزِنَ، وَ مَنْ سَاعَاهَا فَاتَتْهُ، وَ مَنْ قَعَدَ عَنْهَا وَاتَتْهُ، وَ مَنْ أَبْصَرَ بِهَا بَصَرْتَهُ، وَ مَنْ أَبْصَرَ إِلَيْهَا أَعْمَتْهُ.

أَقُولُ: وَ إِذَا تَأَمَّلَ الْمُتَأَمِّلُ قَوْلَهُ ﷺ: «وَ مَنْ أَبْصَرَ بِهَا بَصَرْتَهُ» وَجَدَ تَحْتَهُ مِنَ الْمَعْنَى الْعَجِيبِ، وَ الْعَرَضِ الْجَعِيدِ، مَا لَا تُبْلَغُ غَايَتُهُ وَ لَا يُدْرِكُ غَوْرُهُ، وَ لَا سِيَّمَا إِذَا

کے ساتھ یہ جملہ: «وَمَنْ أَبْصَرَ إِلَيْهَا أَعْمَنَهُ» (اور جو صرف دنیا کو دیکھتا رہے تو وہ اس سے آنکھوں کی روشنی چھین لیتی ہے) بھی ملایا جائے تو «أَبْصَرَ بِهَا» اور «أَبْصَرَ إِلَيْهَا» میں واضح فرق محسوس کرے گا اور حیرت سے اس کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گے۔

--☆☆--

قَرَبَ إِلَيْهِ قَوْلُهُ: «وَمَنْ أَبْصَرَ إِلَيْهَا أَعْمَنَهُ»، فَإِنَّهُ يَجِدُ الْفَرْقَ بَيْنَ «أَبْصَرَ بِهَا» وَ «أَبْصَرَ إِلَيْهَا» وَاضِحًا تَبَيَّرًا وَ عَجِيبًا بَاهِرًا!.

-----☆☆-----

ط "دنیا کی ابتدا مشقت اور انتہا ہلاکت ہے"۔ یہ جملہ اسی حقیقت کا ترجمان ہے جسے قرآن نے ﴿لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ﴾ (ہم نے انسان کو تعجب و مشقت میں رہنے والا پیدا کیا ہے) کی لفظوں میں پیش کیا ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ انسان کے دور حیات کی کروٹیں شکم مادر کی تنگائیوں سے لے کر فضائے عالم کی وسعتوں تک نہیں بھی سکون و قرار سے ہمکنار نہیں ہوتیں۔ جب زندگی سے آشنا ہوتا ہے تو وہ اپنے کو ایک ایسے تیرہ و تار زندان میں جکڑا ہوا پاتا ہے کہ جہاں نہ ہاتھ پیروں کو جنبش دے سکتا ہے اور نہ پہلو بدل سکتا ہے۔ اور جب ان جکڑ بند یوں سے چھٹکارا پا کر دنیا میں آتا ہے تو مختلف صعوبتوں کے دور سے اسے گزرنا پڑتا ہے۔ ابتدا میں نہ زبان سے بول سکتا ہے کہ اپنے دکھ درد کو بیان کر سکے اور نہ اعضا و جوارح میں سکت رکھتا ہے کہ اپنی ضرورتوں کو پورا کر سکے۔ صرف اس کی دہنی ہونے سکیاں اور اشکوں کی روانیاں ہی اس کی ضروریات کا اظہار اور اس کے رنج و قلق کی ترجمانی کرتی ہیں۔ اس دور کے گزرنے کے بعد جب تعلیم و تربیت کی منزل میں قدم رکھتا ہے تو بات بات پر ڈانٹ ڈپٹ کی آوازیں اس کا خیر مقدم کرتی ہیں، ہر وقت خوف زدہ اور سہا ہوا دکھائی دیتا ہے۔ جب اس دور محکومیت سے نجات پاتا ہے تو اہل و عیال کی بندشوں اور معاش کی فکروں میں گھر جاتا ہے۔ جہاں کبھی ہم پیشتر قبیلوں سے چپقلش، کبھی دشمنوں سے ٹکراؤ، کبھی حوادثِ زمانہ کا مقابلہ، کبھی بیماریوں کا حملہ اور کبھی اولاد کا صدمہ اسے درپیش رہتا ہے، یہاں تک کہ بڑھاپا لاچار یوں اور بے بسیوں کا پیغام لے کر آپہنچتا ہے اور آخر دل میں حسرت و اندوہ لئے ہوئے اس جہان فانی کو خیر باد کہہ دیتا ہے۔

پھر اس دنیا کے متعلق فرماتے ہیں کہ: اس کی حلال چیزوں میں حساب کی موٹنگا فیاں اور حرام چیزوں میں عقاب کی سختیاں ہیں جس سے خوشگوار لذتیں بھی اس کے کام و دہن میں تلخی پیدا کر دیتی ہیں۔ اگر اس دنیا میں مال و دولت کی فراوانی ہو تو انسان ایک ایسے چکر میں پڑ جاتا ہے کہ جس سے راحت و سکون کو کھو بیٹھتا ہے اور اگر تنگ دستی و ناداری ہو تو دولت کے غم میں گھلا جاتا ہے۔ اور جو اس دنیا کیلئے تگ و دو میں لگا رہتا ہے اس کی آرزوؤں کی کوئی انتہا نہیں رہتی۔ ایک امید برآتی ہے تو دوسری آرزو کو پورا کرنے کی ہوس دامن گیر ہو جاتی ہے۔ اس دنیا کی مثال سایہ کی طرح ہے کہ اگر اس کے پیچھے دوڑو تو وہ آگے بھاگتا ہے اور اگر اس سے دامن چھڑا کر پیچھے بھاگو تو وہ پیچھے دوڑنے لگتا ہے، یونہی جو اس دنیا کے پیچھے نہیں دوڑتا تو وہ خود اس کے پیچھے دوڑتی ہے۔ مقصد یہ ہے کہ جو حرص و ہوس کے پھندوں کو توڑ کر بے جا دنیا طلبی سے دست کش ہو جاتا ہے، دنیا سے بھی حاصل ہوتی ہے اور وہ اس سے محروم نہیں کر دیا جاتا۔ لہذا جو شخص دنیا کی سطح سے بلند ہو کر دنیا کو دیکھے اور اس کے احوال و واردات سے عبرت حاصل کرے اور اس کی نیرنگیوں اور بولمونیوں سے صلح عالم کی قدرت، تدبیر و حکمت اور رحمت و رافت اور اس کی

ربوبیت کا پتہ لگائے تو اس کی آنکھیں روشن و بینا ہو جائیں گی اور جو شخص صرف دنیا کی زمینوں میں کھویا رہتا ہے اور اس کی آرائشوں پر مرمٹتا ہے، تو وہ دیدہ دل کی روشنی کھو کر اس کی اندھیاریوں ہی میں بھٹکتا رہتا ہے۔ اسی لئے قدرت نے ایسی نظروں سے دنیا کو دیکھنے سے منع فرمایا ہے:

﴿وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ إِلَىٰ مَا مَتَّعْنَا بِهِ أَزْوَاجًا مِنْهُمْ زَهْرَةَ الدُّنْيَا لِنَفْثِيَنَّهُمْ فِيهِ ۗ﴾

کچھ لوگوں کو ہم نے زندگانی دنیا کی شادابی سے بہرہ مند کیا ہے تاکہ ان کو اس سے آزمائیں۔ تم اس متاعِ دنیا کی طرف نظر اٹھا کر نہ دیکھو۔ ۷

☆☆☆☆☆

